تصنیفِ لطیف

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ رحمتہ اللہ علیہ

رسالہ روحی شریف

اَللّٰہُ
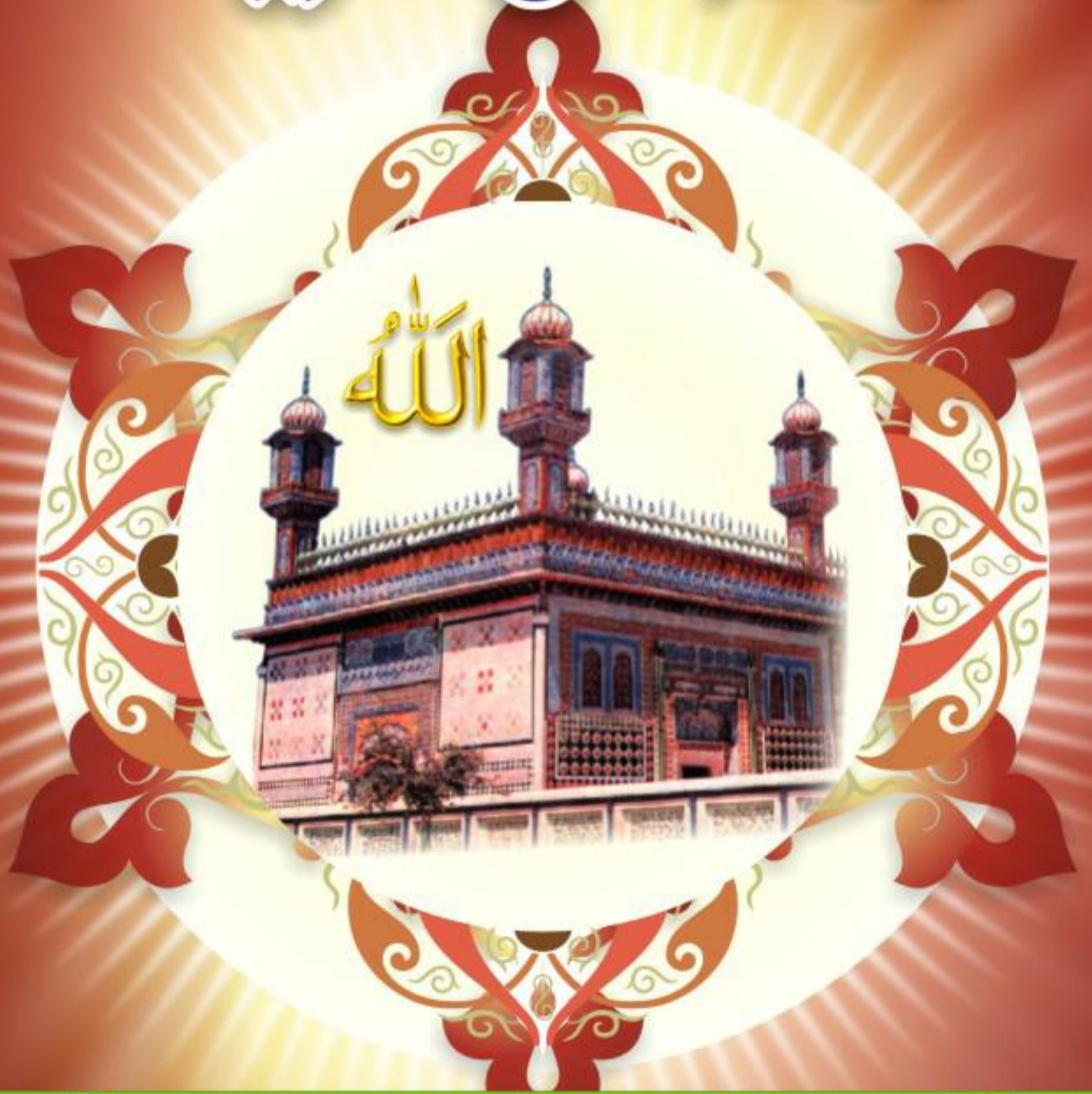
مترجم:

خادم سلطان الفقر

سلطان محمد نجیب الرحمٰن

سروری قادری مدظلہ الاقدس

نام کتاب رسالہ روحی شریف

تصنیفِ لطیف سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ

مترجم خادم سلطان الفقر سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس سروری قادری

ناشر محمد ناصر حمید سروری قادری

پرنٹر آر۔ٹی پرنٹرز لاہور

بارِاوّل اگست 2012ء

تعداد 1000

ISBN: 978-969-9795-03-9

سُلطان الفقر ہاؤس

4/A۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔پوسٹل کوڈ 54790
Ph: 042 35436600

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

بصد عجز و نیاز و بکمالِ محبت و عقیدت یہ عاجز

رسالہ روحی شریف

کا ترجمہ

اپنے آقا، اپنے ہادی، مرشد پاک

سلطان الفقر (ششم)

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ

کے وسیلہ سے

سلطان العارفین

حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

کی بارگاہِ عالیہ میں پیش کرتا ہے کہ اس عاجز کو ہمیشہ اپنے غلاموں میں شامل رکھیں کیونکہ یہ عاجز جانتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی ہی سے فقر کی انتہا تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔

تمام حمد و ثناء اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو وحدہٗ لاشریک اور ربُّ العالمین ہے اور جس کی شان لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ وَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ہے۔ اور لامحدود درود و سلام رحمت اللعالمین سرورِ کائنات احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ''فقر'' نے امتِ محمدیہ کو تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیتؓ، صحابہ کرامؓ اور فقراء پر بھی جو آپ کے فقر کے وارث اور امین ہیں۔

''رسالہ روحی'' سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی نہایت مختصر مگر فقر پر ایک اہم اور مدلّل تصنیف ہے۔ رسالہ روحی میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فقر کے اسرار کھول کر بیان فرمائے ہیں۔ رسالہ روحی کے بے شمار تراجم منظرِ عام پر آچکے ہیں جن میں سے چند ایک اہم یہ ہیں:

(۱)	نظام الدین	ملتان	1930ء
(۲)	اللہ والوں کی قومی دکان	لاہور	1952ء
(۳)	فقیر نور محمد کلاچوی (مخزنِ اسرار)	ڈیرہ اسماعیل خان	تاریخ درج نہیں
(۴)	فقیر الطاف حسین	شاہدرہ لاہور	1983ء
(۵)	ڈاکٹر کے۔بی۔نسیم	لاہور	1987ء

(۶) ڈاکٹر سلطان الطاف حسین	کوئٹہ	1993ء
(۷) پروفیسر احمد سعید ہمدانی	نوشہرہ خوشاب	1994ء
(۸) سید امیر خان نیازی	چکوال	1999ء
(۹) شاہد القادری	گکھڑ منڈی	تاریخ درج نہیں

تمام شائع شدہ اور قلمی نسخہ جات کا متن اِس عاجز نے ایک جیسا ہی پایا ہے۔ اگر کوئی ایک مصرعہ کسی نسخہ میں مختلف ہے تو وہ مترجم کی غلطی ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ موجودہ دور میں ایک آسان فہم ترجمہ درست متن کے ساتھ طالبانِ مولیٰ کے لیے شائع کیا جائے۔

یہ عاجز اپنے مرشد کے کرم اور مہربانی سے ''رسالہ روحی'' کا ترجمہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ یہ سب کچھ میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کی عطا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے یہ کتاب بار بار مجھے پڑھائی اور نگاہِ کامل سے میری روح میں اتار دی حالانکہ یہ عاجز فارسی زبان سے ناواقف تھا۔

دراصل یہ ترجمہ میرے مرشد پاک کی حیات میں ہی ''شان سلطان الفقر مع رسالہ روحی شریف'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے لیکن رسالہ سے ''شان سلطان الفقر'' کا حصہ اس لیے نکال دیا گیا ہے کہ وہ اس عاجز کی تصنیف شمس الفقرا میں شامل کیا گیا ہے۔

رسالہ روحی سلسلہ سروری قادری میں وظیفہ کے طور پر پڑھا جاتا ہے اس لیے اس کی اشاعت سب سے اہم اور ضروری تھی تا کہ طالبانِ مولیٰ کی اہم روحانی ضرورت پوری ہو سکے۔ فارسی زبان چونکہ اب پاکستان میں تقریباً ختم ہو چکی ہے اس لیے کوشش کی گئی ہے کہ اعراب کے ذریعے تلفظ کی ادائیگی کا درست اہتمام کیا جا سکے اور آخر میں مختصراً اہم موضوعات کی شرح بیان کی گئی ہے۔

اپنے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اس خادم نے فقر کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے ماہنامہ ''سلطان الفقر'' کا اجرا کیا ہے اور کتب کی اشاعت کے لیے ''سلطان الفقر پبلیکیشنز'' کی بنیاد رکھی ہے۔ سلطان الفقر پبلیکیشنز اس سے

پہلے دو کتب ''حقیقتِ اسم اَللّٰہُ ذات'' اور ''مرشدِ کامل اکمل'' شائع کر چکا ہے جو طالبانِ مولیٰ اور سالکین کے لیے راہنما کا کردار ادا کر رہی ہیں۔

عاجز

خادم سلطان الفقر

سلطان محمد نجیب الرحمٰن

سروری قادری

رسالہ روحی شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان اور رحمت والا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

حمد تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے نیک انجام ہو متقین کا اور صلوٰۃ و سلام ہو اللہ تعالیٰ

عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَھۡلِ بَیۡتِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ o

کے رسول حضرت محمد ﷺ پر، آپ کی تمام آل پر، آپ کے تمام اصحابؓ پر اور تمام اہلِ بیت پر۔

بِدَانۡ ! اَرۡشَدَكَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الدَّارَیۡنِ -

تو جان لے (اے طالبِ حق) اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہانوں (عالمِ ظاہر و باطن) میں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔

کُنۡتُ ھَاھُوِیَّتُ، کَنۡزًا یَاھُوۡتُ، مَخۡفِیًّا لَاھُوۡتُ، فَاَرَدۡتُ مَلَکُوۡتُ،

میں تھا ھاھویت میں، خزانہ یاھوت کا، مخفی لاھوت میں، ارادہ کیا ملکوت میں،

اَنۡ اُعۡرَفَ جَبَرُوۡتُ، فَخَلَقۡتُ الۡخَلۡقَ نَاسُوۡتُ

پہچانا جاؤں جبروت میں، خلق کیا مخلوق کو ناسوت میں،

ذَاتِ سِرِّ چَشۡمَۂ چَشۡمَانِ حَقِیۡقَتِ ھَاھُوِیَّتُ[1] حَضۡرَتِ عِشۡقُ بَالَاۓِ کَوۡنَیۡنِ

اور ظہور میرا مکمل ہوا اس ذات (انسان کامل) میں جو حقیقت ھاھویت کی آنکھوں کا سرچشمہ ہے۔ حضرت عشق (اللہ تعالیٰ) نے دونوں جہانوں

بِبَارگاہِ کبریاء تختِ سلطنت آراستہ ۔ از کمالِ عبرتِ ماہیّتِ ذاتِ پاکش

کے اوپر بارگاہِ کبریا میں تختِ سلطنت آراستہ کیا۔ اس ذات پاک کی ماہیت کو سمجھنے کیلئے انتہائی سوچ بچار کرتے

ہزاراں ہزار و بے شمار قوافلِ عقل سنگسار ۔ سُبحانَ اللہ! از اجسامِ عناصرِ خاکی

عقل کے ہزاروں ہزار و بے شمار قافلے سنگسار ہو گئے' سبحان اللہ ۔ خاکی اجسام کے روپ میں اپنی قدرتِ کاملہ

بہزار مظہرِ ظہورِ آثارِ جمال و جلالِ قدرت ہائے کاملہ' آئینۂ باصفا ساختہ' تماشائے

کے جمال و جلال کی نشانیوں کے اظہار کے لئے ہزاروں جلووں کو آئینۂ باصفا بنا کر اپنے حسن کا نظارہ

رُوئے زیبا می فرماید ۔ خود با خود قمارِ عشق می بازد' خود نظر' خود ناظر و خود منظور

فرما رہا ہے ۔خود اپنے ساتھ عشق کا کھیل فرما رہا ہے' خود نظر' خود ناظر اور خود ہی منظور ہے'

خود عشق' خود عاشق و خود معشوق ۔ اگر پردہ را از خود براندازی' ہمہ یک ذات'

خود عشق' خود عاشق اور خود ہی معشوق ہے ۔ اگر تو اپنے آپ سے پردہ ہٹا دے تو سب وہی ایک ذات ہے' اور جو

و دُوئی ہمہ از احولِ چشمیست ۔ می گوید مُصنّفِ تصنیف'

کثرت اور دوئی تجھے نظر آتی ہے وہ محض تیری آنکھ کے بھینگے پن کی وجہ سے ہے ۔اس کتاب کا مصنف

مُعتکفِ حرِیمِ جلال و جمالِ ھاھُویّتِ حق ' محوِ شہودِ ذاتِ مُطلق '

جو ھاھویتِ حق کے جلال و جمال کے احاطہ میں معتکف ہے، ذاتِ حق کے دیدار میں محو'

عَینِ عنایت از شُہودِ مشہُودِ معبُودِ عَلَی الحَق ' در مہدِ نازِ "سُبحَانِی مَا اَعظَم

معبودِ برحق' ذاتِ مشہود کی عنایت کی آنکھ میں منظور' جو سُبحَانِی مَا اَعظَم

شَانِیْ[2]، بِصَدرِ عِزَّت' تَاجِ مَعرِفَتِ وَحدَتِ مُطْلَق بَرسَر وَ رِدَائے

شَانِیْ کے گہوارِ ناز میں ہے اور عزت کے مقام پر وحدتِ مطلق کی معرفت کا تاج سر پر رکھے ہوئے

تَصْفِیَہ وَ تَزکِیَۂ اَنْتَ اَنَا وَ اَنَا اَنْتَ[3] دَر بَر اَلْمُلَقَّبُ

اور اَنْتَ اَنَاوَاَنَا اَنْتَ (تو میں ہے اور میں تو ہے) کے تصفیہ اور تزکیہ کی چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ حق کی طرف سے اُسے یہ لقب ملا ہے

مِنَ الْحَقِّ بِالْحَقِّ۔ سِرّاَسرارِ ذَاتِ یَاھُو' فَنَافِی ھُو فَقِیرِ بَاھُو عُرف اَعْوَان سَاکِن قُرب وَ

کہ وہ حق کے ساتھ ہے۔ ذاتِ ھُو کا راز، ھُو میں فنا فقیر باھُو المعروف اعوان،

جَوارِ قَلعَۂ شور (حَرَسَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی مِنَ الْفِتَنِ وَالْجَوْرِ)

جو قلعہ شور (اللہ اسے فتنوں اور سختیوں سے محفوظ رکھے) کے قرب و جوار میں رہائش پذیر ہے،

چَند کَلِمَات اَز اِبرَازِ تَحْقِیقَاتِ فَقر[4] مَقَامِ ھُوِیَّتِ ذَات' رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ

فقر، جو ھویتِ ذات کا مقام ہے' کی تحقیقات کے اظہار کیلئے چند کلمات بیان کرتا ہے اور "میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے"

کُلَّ شَیْءٍ تَفْسِیر اَز مَعْنِیْ اَلْمَعْنِیْ خَاصُ الْخَاصْ تَعْلِیم مِی آرد۔

کی حقیقت کی خاص الخاص تعلیم دیتا ہے۔

عَارِفِ وَاصِل بَہر جَا دِیدہ کُشَایَد' بَجُز دِیدَارش نَہ بِیْنَد

عارف واصل جس طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے سوائے اس (حق تعالیٰ) کے دیدار کے اُسے کچھ نظر نہیں آتا،

وَ نَقشِ غَیر وَ خُودِی اَز خُود بَر اَندَازَد تَا بَا مُطْلَق مُطْلَق شَوَد۔

اور وہ غیر اور خودی کے نقوش اور اپنی ہستی کو مٹا کر فنا فی ذات ہو جاتا ہے۔

بِدَاں کہ چُوں نُورِ اَحدی اَز حُجلۂِ تنہائی ءِ وحدت بَر مَظاہرِ کثرت اِرادہ فرمُود'

جان لے کہ جب نورِ احدی نے وحدت کے گوشۂِ تنہائی سے نکل کر کائنات (کثرت) میں ظہور کا ارادہ فرمایا' تو

حُسنِ خُود رَا جلوہ بصفائی گرمِ بازاری نمُود ۔ بَر شمع ءِ جمال پروانہ ءِ کونین بسُوزید

اپنے حسن کی تجلی کی گرم بازاری سے (تمام عالموں کو) رونق بخشی' اس کے حسن بے مثال اور شمع ءِ جمال پر دونوں جہان پروانہ وار جل اٹھے

وَنقابِ میمِ اَحمدی پوشیدہ صُورتِ اَحمدی گرِفت وَ اَز کثرتِ جذبات و اِرادات،

اور میم احمدی کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی ﷺ اختیار کی' پھر جذبات اور ارادات کی کثرت سے

ہفت بار بَر خُود بجُنبید وَ اَزاں ہفت اَرواحِ فقرَاء باصفا' فنا فِی اللہ' بقا باللہ'

سات بار جنبش فرمائی جس سے سات ارواحِ فقراء باصفا فنا فی اللہ' بقا باللہ

محوِ خیالِ ذَات' ہمہ مغز بے پُوست' پیشِ اَز آفرینشِ آدم علیہ السّلام ہفتاد ہزار

تصورِ ذات میں محو' تمام مغز بے پوست حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال پہلے' اللہ تعالیٰ کے

سَال غرقِ بحرِ جمال بَر شجرِ مرآۃ الیقین[5] پیدا شُدند ۔ بجُز ذَاتِ حق اَز اَزل تا اَبد

جمال کے سمندر میں غرق آئینہ یقین کے شجر پر رونما ہوئیں ۔ انہوں نے ازل سے ابد تک ذاتِ حق کے

چیزے ندیدند وَ مَاسویٰ اللہ گاہے نشنیدند' بحریم کبریا

سوا کسی چیز کی طرف نہ دیکھا اور نہ غیر حق کو کبھی سنا ۔ وہ حریم کبریا میں ہمیشہ وصال کا ایسا سمندر بن کر رہیں جسے کوئی

دَائم بحرُالوصَالِ لازوال[6]، گاہے جسدِ نُوری پوشیدہ بہ تقدیس وتنزیہہ می کوشیدند

زوال نہیں ۔ کبھی نوری جسم کے ساتھ تقدیس و تنزیہہ میں کوشاں رہیں

وگاہے قطرہ در بحر و گاہے بحر در قطرہ، وردائے فیضِ عطا "اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ

اور کبھی قطرہ سمندر میں اور کبھی سمندر قطرہ میں، اور اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ کے فیض کی

فَهُوَ اللّٰهُ"[7] بر ایشان۔ پس بحیاتِ ابدی و تاجِ عزِ سرمدی "اَلْفَقْرُ لَا

چادر ان پر ہے۔ پس انہیں ابدی زندگی حاصل ہے اور وہ اَلْفَقْرُ لَا یُحْتَاجُ اِلٰی رَبِّهٖ وَلَا اِلٰی

یُحْتَاجُ اِلٰی رَبِّهٖ وَلَا اِلٰی غَیْرِهٖ"[8] معزز و مکرم، از آفرینشِ آدم علیہ السلام و قیامِ

غَیْرِهٖ کی جاودانی عزت کے تاج سے معزز و مکرم ہیں۔ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور قیامِ

قیامت ہیچ آگاہی ندارند و قدمِ ایشاں بر سرِ جملہ اولیاء و غوث و قطب۔[9]

قیامت کی کچھ خبر نہیں۔ ان کا قدم تمام اولیاء اللہ، غوث و قطب کے سر پر ہے۔

اگر آنہارا خدا خوانی بجا و اگر بندۂ خدا دانی روا۔ عَلِمَ مَنْ عَلِمَ،

اگر انہیں خدا کہا جائے تو بجا ہے اور اگر بندۂ خدا سمجھا جائے تو بھی روا ہے۔ اس راز کو جس نے جانا اس نے پہچانا،

مقامِ ایشان حریمِ ذاتِ کبریا و از حق ماسوی الحق چیزے ناطلبیدند و بدنیائے

ان کا مقام حریمِ ذاتِ کبریا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ نہ مانگا، حقیر دنیا اور

دنی و نعیمِ اخروی، حور و قصورِ بہشت، بکرشمۂ نظر ندیدند و از اں یک لمعہ کہ

آخرت کی نعمتوں، حور و قصور اور بہشت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور جس ایک تجلی سے

موسیٰ علیہ السلام در سراسیمگی رفتہ و طور درہم شکستہ، در ہر لمحہ و طرفۃ العین

حضرت موسیٰ علیہ السلام سراسیمہ ہو گئے اور کوہِ طور پھٹ گیا تھا، ہر لمحہ، ہر پل جذباتِ انوارِ ذات کی ویسی

هفتاد ہزار بار لمعات جذباتِ انوارِ ذات بر ایشاں وارد و دم نہ زدند و

تجلیات ستر ہزار بار ان پر وارد ہوتی ہیں لیکن وہ نہ دم مارتے ہیں اور

آہے نہ کشیدند و ھَلْ مِنْ مَّزِیْد می گفتند۔ وایشاں سُلطانُ الفقر و

نہ آہیں بھرتے ہیں بلکہ مزید تجلیات کا تقاضا کرتے رہتے ہیں۔ وہ سلطان الفقر (فقر کے بادشاہ) اور

سیدُ الکونین اند۔ یکے روحِ خاتونِ قیامت (رضی اللہُ تعالیٰ عنہا)۔ یکے روحِ

دونوں جہانوں کے سردار ہیں۔ ان میں ایک خاتونِ قیامت (فاطمۃ الزہرا) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح مبارک

خواجہ حسن بصری (رضی اللہُ تعالیٰ عنہُ)۔ یکے روحِ شیخ ما، حقیقتُ الحق،

ہے۔ ایک حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مبارک ہے۔ ایک ہمارے شیخ، حقیقت حق ،

نورِ مطلق، مشہود علی الحق، حضرت سید محیُ الدین عبدُ القادر جیلانی محبوبِ سُبحانی

نورِ مطلق ، مشہود علی الحق حضرت سید محی الدین عبد القادر جیلانی محبوبِ سبحانی قدس سرہٗ العزیز کی

(رضی اللہُ تعالیٰ عنہُ) و یکے روحِ سُلطانِ انوار، سِرُّ السّرمد حضرت پیر عبدُ الرّزاق

روح مبارک ہے۔ اور ایک سلطانِ انوار سرّ السرمد حضرت پیر عبدالرزاق

فرزند حضرت پیر دستگیر (قُدِّسَ سِرُّہُ العزیز) و یکے روحِ چشمۂ چشمانِ ھاھُوِیّت،

فرزند حضرت پیر دستگیر (قدس سرہٗ العزیز) کی روح مبارک ہے، ایک ھاھویت کی آنکھوں کا چشمہ

سِرِّ اَسرارِ ذاتِ یاھُو، فنا فی ھُو فقیر باھُو (قُدِّسَ اللہ سِرُّہٗ) و دو روحِ

سرّ اسرار ذاتِ یاھو فنا فی ھُو فقیر باھُو (قدس سرہٗ العزیز) کی روح مبارک ہے۔ اور دو ارواح

دیگر اولیاءِ[10] بحرمتِ یمنِ ایشاں قیامِ دارین۔

دیگر اولیاء کی ہیں۔ اِن ارواحِ مقدسہ کی برکت وحرمت سے ہی دونوں جہان قائم ہیں ۔

تا آنکہ آں دو روح از آشیانۂ وحدت بر مظاہرِ کثرت نخواہند پرید'

جب تک یہ دونوں ارواح وحدت کے آشیانہ سے نکل کر عالمِ کثرت میں نہیں آئیں گی

قیامِ قیامت نخواہد شد۔ سراسر نظرِ ایشاں نورِ وحدت[11] وکیمیائے عزت[12]

قیامت قائم نہیں ہوگی۔ ان کی نظر سراسر نورِوحدت اور کیمیائے عزت ہے

بہر کس پرتوِ عنقائے ایشاں افتاد' نورِ مطلق ساختند'[13]

جس طالب پر ان کی نگاہ پڑ جاتی ہے وہ مشاہدۂ ذاتِ حق تعالیٰ ایسے کرنے لگتا ہے گویا اس کا سارا وجود مطلق

احتیاجِ بریاضت و وِرد و اورادِ ظاہری طالبان را نہ پرداختند۔[14]

نور بن گیا ہو۔ انہیں طالبوں کو ظاہری ورد وظائف اور چلہ کشی کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔

بدان کہ فقیرِ نورِ مطلق' مؤلفِ تالیفِ ایں کتابِ مستطاب' پردہ ہا و حُجبِ حجاب

جان لے (اے طالبِ حق) اس کتاب پاک کا مصنف ' فقیر نورِ مطلق تمام حجاب اور پردوں کو

تمامی برانداختہ عین العین وحدت گشتہ۔ سبحان اللہ! جسمِ ایں بندہ را پردۂ

سامنے سے ہٹا کر سراپا وحدت ہوگیا ہے۔ سبحان اللہ! اس فقیر کا جسم ایک ضعیف پردے کی طرح درمیان میں

ضعیف حائل' خود بخود درمیان ہزارہا اسرارِ عجیبہ ولطیفہ ہائے غریبہ فرمودہ!

حائل ہے مگر وہ (ذات باری تعالیٰ) اس کے درمیان عجیب راز اور نادر نکتے ظاہر فرمارہا ہے۔

خُود نَاطِق وَخُود مَنْطُوق، خُود کَاتِب وَخُود مَکْتُوب، خُود دَال وَخُود مَدْلُول، خُود عَاشِق وَ

خود کلام کرنیوالا اور خود ہی کلام ہے، خود لکھنے والا اور خود کتاب ہے، خود اپنی دلیل اور خود دلالت کیا گیا ہے، خود عاشق اور

خُود مَعْشُوق ۔ اَگَر اِیں رَا آثَارِ قُدرَتِ رَبَّانِی دَانَنْد بَجَا وَ اَگَر وَحیِ مُنَزَّل

خود ہی معشوق ہے ۔ اگر اس کتاب کو قدرتِ ربانی کی نشانیاں سمجھا جائے تو بجا ہے اگر اسے نازل شدہ وحی

خَوانَنْد رَوَا ۔ مَعَاذَاللہ ! اَگَر اِیں وَثِیقَۂِ لَطِیفَہ رَا اَز زَبَانِ بَندَہ دَانِی اَلحُقُّ !

کہیے تو بھی جائز ہے ۔ اللہ کی پناہ ! اگر کوئی اس لطیف عہد نامہ کو بندہ کی زبان خیال کرے، یہ تو زبانِ حق ہے ۔

اَگَر وَلیٔ وَاصِل کِہ اَز رَجعَتِ عَالَمِ رُوحَانِی یَا عَالَمِ قُدْس شُہُود اَز دَرجَۂِ خُود

اگر کوئی ولیٔ واصل عالمِ روحانی (کے مراتبِ سلوک) یا عالمِ قدس (ملکوت) کے مراتب میں رجعت کھا کر

اُفتَادَہ بَاشَد، اَگَر تَوَسُّل بَا اِیں کِتَابِ مُستَطَاب جُوید، آں رَا مُرشِدِ یَست کَامِل ۔

اپنے مقام سے گر جائے تو اس پاک کتاب کو وسیلہ بنالے تو یہ اس کیلئے مرشد کامل ہے ۔ اگر وہ اسے وسیلہ

اَگَر اُو تَوَسُّل نَہ گِرِفت اُو رَا قَسَم وَ اَگَر مَا اُو رَا نَہ رَسَانِیم مَا رَا قَسَم ۔ وَ اَگَر طَالِبِ سُلکِ

نہ بنائے تو اسے قسم ہے، اگر ہم اُسے اس کے درجہ تک نہ پہنچائیں تو ہمیں قسم ہے ۔ اگر راہِ سلوک کا طالب اس پر بھروسہ کرے

سُلُوک مُعتَصِم وَ مُتَمَسِّک شَوَد، بِمُجَرَّدِ اِعتِصَام عَارِفِ زِندَہ دِل وَ رَوشَن ضَمِیر سَازَم ۔

اور اسے مضبوطی سے تھام لے تو میں اس کتاب کے ہاتھ میں لیتے ہی اُسے زندہ دل اور روشن ضمیر بنادوں گا ۔

ہَر کِہ طَالِبِ حَق بُوَد مَن حَاضِرَم

جو شخص حق (تعالیٰ) کا طالب ہے میں اس کے لئے حاضر ہوں

زِ اِبتدا تا اِنتہا ، یک دَم بُرم

میں اسے ابتداء سے انتہا تک فوراً پہنچا دوں گا

طَالِب بِیا! طَالِب بِیا! طَالِب بِیا!

اے طالب آ! اے طالب آ! اے طالب آ!

تا رَسانَم رُوزِ اَوّل با خُدا

تا کہ میں تجھے پہلے ہی دن خدا تعالیٰ تک پہنچا دوں

بِداں کہ عَارِفِ کَامِل قَادِری، بہر قُدرتے قَادِر و بہر مَقام حَاضِر[15] مَحوِ ھاھُوِیّتِ

جان لے (اے طالب حق) عارف کامل قادری ہر قدرت پر قادر اور ہر مقام پر حاضر ہوتا ہے۔ حاھویتِ

مُطلَق مُصنّفِ تَصنِیف می فرمَاید! تا آنکہ از لُطفِ ازلی سَرفرازیءِ عَینِ عنایتِ

مطلق میں محو اس کتاب کا مصنف فرماتا ہے کہ جب سے لطفِ ازلی کے باعث حقیقتِ حق کی عین نوازش سے

حَقُّ الحَق حَاصِل شُدہ ، و از حُضورِ فَائِضُ النُّور اَکرَم نَبَوی ﷺ حُکمِ اِرشادِ

سر بلندی حاصل ہوئی ہے اور حضور فائض النور اکرم ﷺ سے

خَلق شُدہ، چہ مُسلِم چہ کَافر، چہ بانَصِیب، چہ بے نَصِیب، چہ زِندہ و چہ مُردہ

تمام خلقت، کیا مسلم، کیا کافر، کیا با نصیب، کیا بے نصیب، کیا زندہ، کیا مردہ سب کو ہدایت کرنے کا حکم ملا ہے،

بزبَانِ گوہر فشَاں "مُصطفٰی ثَانی و مُجتَبیٰ آخر زمَانی" فرمُودہ۔[16]

آپ ﷺ نے اپنی زبان گوہر فشاں سے (مجھے) مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی فرمایا ہے۔

دَسْتِ بیعَتْ کَرْد مَارَا مُصطفیٰ

مجھے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دستِ بیعت فرمایا

خَوانْدَہ اَسْت فَرزَنْد مَارَا مُجتبیٰ

حضرت مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اپنا فرزند بنایا ہے

شُدْ اِجَازَتْ بَاھُو رَا اَزْ مُصطفیٰ

فقیر باھو کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ اجازت ملی ہے

خَلْقْ رَا تَلْقِین بِکُنْ بَہرِ خُدا

کہ خلقتِ خدا کو محض اللہ کی خاطر تلقین کروں

خَاکِ پَایَمْ اَزْ حُسَیْنؓ وَ اَزْ حَسَنؓ

میں حسینؓ اور حسنؓ کی خاکِ پا ہوں

مَعْرِفَتْ گَشْتَہ اَسْت بَرمَنْ اَنْجُمَنْ

اس لیے معرفت تو میرے لئے ایک انجمن بن چکی ہے۔

وَ بمَنْزِلِ فَقْر اَز بَارگَاہِ کِبریَا حُکْم شُدْ کہ "تُو عَاشِقْ مَائِی"۔ اِیں فَقِیر عَرض نَمُود کہ

فقر کی منزل میں بارگاہِ کبریا (حق تعالیٰ) سے حکم ہوا کہ "تو ہمارا عاشق ہے"، اس فقیر نے عرض کی کہ

"عَاجِز رَا تَوفِیقِ عِشقِ حَضرَتِ کِبریَا نِیسْت"۔ فَرمُود "تُو مَعْشُوقِ مَائِی"۔ بَاز اِیں

"عاجز کو حضرتِ کبریا کے عشق کی توفیق نہیں ہے"، فرمایا "تو ہمارا معشوق ہے"۔

عَاجِزْ سَاکِتْ مَانْدْ۔ پَرْتَوِ شُعَاعِ حَضرَتِ کِبرِیَا بَنْدَہ رَا ذَرَّہْ وَارْ دَرْ اَبْحَارِ

یہ عاجز پھر خاموش ہوگیا تو حضرتِ کبریا کے انوارِ تجلی کے فیض نے بندے کو ذرے کی طرح استغراق کے سمندر

اِسْتَغْرَاقْ مُسْتَغْرَقْ سَاخْتْ وَفَرْمُوْدْ! ''تُو عَیْنِ ذَاتِ مَا ہَسْتِی وَمَا عَیْنِ تُو ہَسْتِیْم،[17]

میں مستغرق کر دیا اور فرمایا کہ ''تو ہماری ذات کی عین ہے اور ہم تمہاری عین ہیں،

دَرْ حَقِیْقَتْ حَقِیْقَتِ مَائِی وَ دَرْ مَعرِفَتْ یَارِ مَائِی وَ دَرْ ھُوْ ضَیْرُوْرَتِ سِرِّ یَاھُوْ ہَسْتِی''۔[18]

حقیقت میں تو ہماری حقیقت ہے اور معرفت میں تو ہمارا یار ہے اور ''ھو'' میں ''یاھو'' کا راز ہے''۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
وَذُرِّیَاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

حاشیہ نمبر 1:
صفحہ نمبر 7

کُنتُ ھَاھُوِیَّتْ، کَنزًا یَاھُوتْ، مَخفِیًّا لَاھُوتْ، فَاَرَدتُ مَلَکُوتْ، اَنْ اُعْرَفَ جَبَرُوتْ، فَخَلَقتُ الْخَلْقَ نَاسُوتْ ذَاتِ سَرچشمۂ چشمانِ حَقِیقتِ ھَاھُوِیَّتْ۔

اللہ تعالیٰ نے جب عالمِ احدیت سے نکل کر عالمِ کثرت میں ظہور کا ارادہ فرمایا تو م احمدی کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی اختیار کی اور اس کے لیے تعینات میں نزول (ظہور) فرمایا۔

حدیثِ قدسی ہے:

"کُنتُ کَنزًا مَخفِیًا فَاَرَدتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقتُ الْخَلْقَ"

ترجمہ: میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے ارادہ کیا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو تخلیق فرمایا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے نہ صرف اِس حدیثِ قدسی کے ایک ایک لفظ کو مراتب کے ساتھ بیان فرمایا ہے بلکہ اس حدیثِ قدسی میں رسالہ روحی شریف میں یہ خوبصورت اضافہ بھی فرمایا ہے:

ذَاتِ سَرْ چِشْمَہءِ چِشْمَانِ حَقِیقَتِ ھَاھُوِیَّتْ

ترجمہ: (مجھے مکمل پہچانا انسانِ کامل نے) جو سرچشمہ ہے میری حقیقتِ ھاھویت (احدیت) کا۔

پہچان کا یہ جذبہ اور چاہت ذاتِ احد میں اس شدت سے ظہور پذیر ہوئی کہ اس نے عشق کی صورت اختیار کرلی۔ محبت میں اگر شدت پیدا ہو تو عشق بن جاتا ہے اور یہ عشق اور چاہے جانے کا جذبہ ہی تھا جس نے اللہ واحد کو گوشۂ تنہائی سے نکل کر کثرت میں ظہور پر مائل کیا اور پھر اپنے ظہور اور پہچان کے لیے تعینات میں نزول فرمایا اور عشق کا بازار گرم کیا۔

ھَاھُوِیَّتْ (احدیت)

اللہ تعالیٰ کی ذات کا یہ مرتبہ ''لاتعین'' بلکہ ''عدمِ تعین واطلاق'' کا مرتبہ ہے۔ یہ ''کُنْتُ'' (میں تھا) کا مقام ہے' یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات بطون در بطون ہے جسے سمجھنا کسی کے لیے ممکن نہیں کیونکہ یہاں وہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (کوئی شے اس کی مثل نہیں) کی شان کے ساتھ موجود ہے۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَّعَہٗ شَیْءٌ (یعنی اللہ تھا اور اُس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی)۔

اس مرتبہ میں نہ علمی تعین ہے اور نہ ہی کوئی خارجی تعین ہے۔ یہ مرتبہ جملہ اسماء وصفات' اشارہ وکنایہ سے منزّہ اور مبرّا ہے۔ یہ نہ کسی کمال کا ظہور ہے اور نہ اس کی کوئی تعریف کی جاسکتی ہے، نہ کوئی معلومات ہیں اور نہ شیونات کا ظہور ہے۔ اسی لیے اس کو لاتعین' وجودِ مطلق' منقطع الوجدان' ھاھویتِ حق' ذاتِ بحت اور حقیقتِ حق' مرتبہ لاظہور اور مرتبہ عین الکافور بھی کہتے ہیں۔ یہ سب نام صوفیاء کرام نے سمجھانے کے لیے رکھے ہیں۔ تاہم اس کے باوجود یہی ذات واجب الوجود ہے اور باقی تمام مراتب کی عین اور حقیقت ہے۔ یہ ایک ایسا مرتبہ ہے جس پر علمِ قدیم بھی احاطہ نہیں کرسکتا۔ مرتبہءِ احدیت رب تعالیٰ کی کُنہہ ہے۔ کسی وہم سے موہوم' کسی علم سے معلوم اور کسی صفت سے موصوف نہیں ہوسکتی۔ اس مرتبہ میں صفات تو درکنار خود ذات کا اطلاق

بھی نہیں ہوسکتا۔

❁ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مرتبہ کے بارے میں فرمایا:

تَفَکَّرُوْا فِیْ اٰیٰتِہٖ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیوں) میں غور کرو مگر اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور مت کرو۔

❁ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس ذات پاک کی ماہیت کو سمجھنے کے لیے انتہائی سوچ بچار کرتے عقل کے ہزاروں ہزارو بے شمار قافلے سنگسار ہو گئے۔'' (رسالہ روحی شریف)

یہ وہ بلند مرتبہ ذات ہے جہاں تک کسی کی عقل اور علم، خیال وفکر کی رسائی نہیں ہے۔ محض سمجھانے کی خاطر یہاں ذاتِ حق تعالیٰ کو ''ھُو'' کہتے ہیں۔

یَاھُوْتْ (وحدت)

اللہ تعالیٰ نے جب احدیت سے نکل کر کثرت میں ظہور کا ارادہ فرمایا تو تعینات میں نزول فرمایا۔ سب سے پہلا ''تعین''، یعنی تعینِ اوّل جس کو ظہورِ اول بھی کہتے ہیں مرتبہ ''کَنْزًا'' (خزانہ) ہے اور ذات کے اظہار کا یہ پہلا مرتبہ ہے جہاں ''ذات'' نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوئی اور یہ ''نور'' ہی وہ خزانہ ہے جو اپنا اظہار چاہتا ہے۔ یہاں ذات کا ظہور الذّات فی الذّات ہے، یہاں ظہور الحقیقت فی الحقیقت ہے۔ اسے حقیقتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بھی کہتے ہیں یعنی نورِ مطلق سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور۔

اللہ تعالیٰ نے جب ھاھویت (احدیت) سے نکل کر کثرت میں آنے کا ارادہ فرمایا تو یاھوت (وحدت) میں ظہور فرمایا اور ''م'' احمدی کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی اختیار کی۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں ''جان لے جب نورِ احدی نے وحدت کے گوشۂ تنہائی سے نکل کر کثرت میں ظہور کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن کی

تجلّی کی گرم بازاری سے (تمام عالموں کو) رونق بخشی۔ اس کے حسنِ بے مثال اور شمعِ جمال پر دونوں جہان پروانہ وار جل اٹھے اور میم احمدی ﷺ کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی ﷺ اختیار کی۔" (رسالہ روحی شریف)

❁ عین الفقر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے چاہا (کہ اس کی پہچان ہو اور اسے کوئی پہچاننے والا ہو) تو خود سے اسمِ ذات جدا کیا (خود کو اسم اَللّٰہُ ذات کی صورت میں ظاہر فرمایا) اور اس سے نورِ محمدی ﷺ کا ظہور ہوا اور اپنی قدرتِ توحید کے آئینہ میں (نورِ محمد ﷺ) دیکھا تو نورِ محمد ﷺ کو دیکھتے ہی اپنے آپ پر (نورِ محمدی ﷺ کی صورت میں اپنے تعین پر) مشتاق، مائل و فریفتہ ہوا اور اپنی ہی بارگاہ سے ربّ الارباب حبیب اللہ کا خطاب پایا"۔ (عین الفقر)

مندرجہ ذیل احادیثِ مبارکہ اور احادیثِ قدسی میں بھی حقیقتِ محمدیہ ﷺ کی طرف اشارہ ہے:

❁ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔

ترجمہ: حق تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔

❁ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ تعالیٰ وَ کُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُوْرِیْ

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔

❁ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ نے میری روح کو پیدا کیا۔

غوث الاعظم سیّدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

❁ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے نورِ جمال سے پیدا کیا جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے "میں نے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چہرے کے نور سے پیدا فرمایا" یا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

1) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا

2) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا

3) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا

4) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا

ان سب سے مراد ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کا نام نور اس لیے رکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ظلماتِ جلالیہ سے بالکل پاک ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے ''بے شک تمہارے پاس آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور کتابِ مبین'' اور عقل اس لیے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تمام کلیات پر محیط ہے اور قلم اس لیے نام رکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات علم کو منتقل کرنے کا ذریعہ ہے جیسا کہ قلم عالمِ حروفات میں علم نقل کرنے کا ذریعہ ہے۔'' ان تمام سے مراد حقیقتِ محمدیہ ﷺ ہے کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ (سرالاسرار)

اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کائنات میں کچھ نہ ہوتا جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے:

❁ لَوْ لَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ۔

ترجمہ: اے محبوب (ﷺ) اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں اپنا ربّ ہونا ظاہر نہ کرتا۔

❁ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔

ترجمہ: اے محبوب (ﷺ) اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

اور مومن وہ ہے جو عروج کرتا ہوا نورِ محمدی ﷺ تک پہنچ جائے اور صاحبِ لولاک ہو جائے جیسا کہ مومنین کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

❁ اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مومن میرے نور سے ہیں۔

❁ اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مومن مجھ سے ہیں۔

اس مرتبہ میں ذات بطون سے ظہور کی طرف آ گئی۔ یعنی صرافتِ ذاتی کو چھوڑ کر کثافت کی طرف توجہ کی۔ یہ ذات کا نزولِ اوّل یا ظہورِ اوّل ہے اور اسے ''حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' اس لیے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت ''احد'' ہے۔ جیسا کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

❁ اَنَا اَحْمَدٌ بِلَامِیْم

ترجمہ: میں احمد ہوں بغیر میم کے۔

مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَاَی الْحَقّ

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا اُس نے حقیقت میں حق تعالیٰ کو دیکھا۔

❁ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسْعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔

ترجمہ: ''میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مُرسل نہیں سما سکتا۔''

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (سورہ الفتح۔10)

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور ان لوگوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

❁ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ (الانفال۔17)

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یہ کنکریاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی ہیں۔

❁ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔

ترجمہ: جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

یہ چند آیات اور احادیث ہیں جو حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف اشارہ کرتی ہیں ورنہ پورا قرآن حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ترجمان ہے۔

❁ ''تذکرہِ غوثیہ'' جو کہ حضرت شاہ غوث قلندر قادری رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کے ملفوظات پر مشتمل کتاب ہے، اس میں غوث علی شاہ قلندر قادری رحمۃ اللہ علیہ اس مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وحی لائے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے جبرائیلؑ تم جانتے ہو کہ وحی کہاں سے آتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ''حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری رسائی سدرۃ المنتہیٰ (جبروت) سے آگے نہیں۔ اس مقام پر ایک ندائے غیب وارد ہوتے ہی اس کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک پہنچا دینا میرا کام ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اب کی بار ندا ہو تو اسی پر پرواز شروع کرو اور دیکھو کہ یہ ندا کہاں سے آتی ہے۔'' حضرت جبرائیلؑ نے ایسا ہی کیا اور ایک طویل مسافت طے کرنے کے بعد دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ وحی ندا کر رہے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیلؑ زمین کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر موجود ہیں۔''

اس کے بعد (حضرت شاہ غوث قلندر قادریؒ نے) ارشاد فرمایا کہ اس بات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تیئں اِس عالم (ناسوت) اور اُس عالم (وحدت) میں دکھلا دیا بلکہ (حقیقتاً) وہ یہاں بھی ہیں اور وہاں بھی۔''

لَاھُوْت (واحدیت)

یہ مرتبہ سوم اور تعین دوم ہے اور مرتبہ ''مَخْفِیًا'' (چھپا ہوا) ہے۔ یہ مرتبہ لاھوت ہے جہاں تمام عالم نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چھپا ہوا موجود تھا اور اظہار کے لیے بے قرار تھا۔ یہ مرتبہ لاھوت لامکاں کا ہے اور ہر آلائش، حدث وشہادت اور کدورتِ کون وکثافتِ مکان سے پاک ہے، یہ محض بحرِ انوارِ غیب اور دنیائے اسرارِ لطیف ہے۔

اس مرتبہ کو حقیقتِ انسانیہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں سے انسان کی تفصیل شروع ہوتی ہے۔

اس لیے یہاں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روحِ قدسی کی صورت میں ظاہر ہوا یعنی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی دراصل روحِ قدسی ہے اور روحِ قدسی ہی اصل ''انسان'' ہے۔

اللہ تعالیٰ نے روحِ قدسی کو عالمِ لاہوت میں عمدہ اور احسن صورت میں تخلیق فرمایا۔ ہر روحِ قدسی کو ہر عالم میں اس عالم کا لباس پہنا کر پہنچایا جاتا ہے' اصل روح، روحِ قدسی ہے۔

اللہ پاک واحد، تنہا اور یکتا تھا۔ اس کی ذات میں اپنے ہی دیدار کی خواہش جاگی۔ اس خواہش کی تکمیل کے لیے ایک آئینہ درکار تھا۔ اس نے اپنی ہی ذات سے اپنا ہی آئینہ تخلیق کیا کیونکہ جیسا وہ خود پاک، لطیف اور شفاف ہے ویسا ہی اس کا آئینہ ہونا چاہیے۔ اللہ کے سوا کوئی دوسرا وجود اللہ کا آئینہ نہیں بن سکتا کیونکہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اللہ جیسا پاک، شفاف اور لطیف ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ اور اس کا آئینہ دو وجود نہ تھے جیسا کہ عموماً ٹھوس اشیاء میں ہوتا ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز بنائی جائے تو وہ دو وجود بن جاتے ہیں۔ اللہ ٹھوس نہیں بلکہ لطیف ہے۔ سمجھانے کے لیے اس کی مثال روشنی سے دی جاسکتی ہے جس کے ٹکڑے نہیں ہوسکتے یا علم سے دی جاسکتی ہے جو اگر ایک وجود سے دوسرے وجود میں منتقل ہو بھی جائے تو پہلے وجود میں بھی اپنی اصل حالت میں برقرار رہتا ہے اور دوسرے وجود میں بھی۔ ظاہری وجود اگر دو ہو گئے تو بھی علم کی صورت اور حالت ایک ہی رہے گی۔ اللہ ٹھوس وجود نہیں ذات ہے، علم ہے، نور ہے چنانچہ بٹ نہیں سکتا، تقسیم نہیں ہو سکتا جیسا کہ خوشبو تقسیم نہیں ہوسکتی۔ اپنے آئینے میں خود کو ملاحظہ کر کے اللہ اپنے حُسن پر فریفتہ ہوا اور اس کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے اس کا نام 'محمد' رکھا۔ اللہ کی یہی ذات جو آئینۂ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ظاہر ہوئی ''اللہ کی روح'' ہے۔ اس نورِ محمد کو ہی اللہ کی روح کہنا حق ہے کہ روح ذات سے جدا ہو کر بھی جدا نہیں ہوتی اور نورِ محمد نورِ الٰہی سے جدا ہو کر بھی جدا نہیں۔ اس نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آئینے میں ذاتِ الٰہی کی تمام صفات آئیں۔ اللہ، جو کائنات کی ہر شے کی ہر صفت کا منبع، مصدر، سرچشمہ ہے، سے علم، عقل، حیات، سمع، بصر، کرم، لطف، خیر، غرضیکہ ہر صفت اس روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں منتقل ہوئی اور اس روح میں یہ تمام صفات اپنی کامل ترین صورت میں جلوہ

گرہو گئیں۔ پس اصل روح یہی روحِ محمد ہے۔ یہی روحِ قدسی ہے، یہی تمام ارواح کا مادہ ہے، یہی علم کُل ہے، عقلِ کُل ہے، نورِ کُل ہے۔

پس اللہ کی اول تخلیق روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو اللہ سے بلاواسطہ تخلیق ہونے اور اس کا آئینہ ہونے کی وجہ سے اس کی تمام صفاتِ علم و عقل، سمع و بصر، حیات وغیرہ کی کامل صورت ہے۔ تمام ظلماتِ جلالیہ سے پاک ہونے کے باعث یہ روحِ قدسی ہے۔ روحِ قدسی واحد ہے اور ناقابلِ تقسیم ہے جیسے علم، روشنی یا خوشبو ناقابلِ تقسیم ہیں البتہ پھیلتے ہیں۔ یہی روحِ قدسی ہر مخلوق کے باطنی وجود کی بنیاد ہے۔ روحِ قدسی کے لیے فنا یا موت نہیں، اللہ کی صفات سے متصف ہونے کے باعث اسے بقا حاصل ہے۔ اس روحِ قدسی کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں یعنی یہ ہمیشہ اپنی ایک ہی پاک منزّہ حالت میں رہتی ہے۔ پس روحِ قدسی ہر انسان کی روح کی اصل اور بنیاد ہے اور ہر انسان میں موجود ہے۔ یہ انسان کے قلب میں موتی کی طرح پوشیدہ رہتی ہے اور صرف ان پر ظاہر ہوتی ہے جو اس تک پہنچنے کی اور اسے پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دیدار و قربِ الٰہی صرف اسی روحِ قدسی کو حاصل ہے اس لیے اس کو پالینا یا اس تک پہنچ جانا ہی انسانیت کی معراج ہے۔ جو اس تک پہنچ گیا وہ اپنی ابتدا یعنی حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور وحدت تک پہنچ گیا۔ یہ روحِ قدسی واحد ہے اور توحید کی اصل صورت ہے۔ اس تک پہنچنا توحید کی حقیقت کو پانا ہے۔ روحِ قدسی کا مقام عالمِ لاھُوت ہے۔

اس روح میں تمام صفاتِ الٰہیہ و محمدیہ کے ساتھ ساتھ تمام عالموں اور مخلوقات کا علم بھی موجود ہے اور ذاتِ حق تعالیٰ کا مکمل علم بھی موجود ہے کیونکہ قرب میں اس سے بڑھ کر اور کوئی اللہ کے قریب نہیں۔ چنانچہ اس کا علم علمِ کُل اور علمِ حقیقت ہے۔ اس لحاظ سے اس کی عقل بھی عقلِ کُل ہے۔

روحِ قدسی چونکہ صورتِ الٰہی یا آئینہ الٰہی ہے اس لیے غیر مخلوق ہے لیکن اسی روح سے انسان کی مخلوق روح بھی تخلیق ہوئی۔ حضرت ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جاننا چاہیے

کہ محسوسات کی ہر شے کی ایک مخلوق روحِ بھی ہے جس کے ساتھ اس شے کی صورت قائم ہے۔ روح اس شے کے لیے ایسی ہے جیسے لفظ کے لیے معنی۔ پھر اس مخلوق روح کے لیے ایک روحِ الٰہی ہے جس کے ساتھ وہ روح قائم ہے اور وہ روحِ الٰہی روحِ قدسی ہے۔'' (انسانِ کامل)

روحِ قدسی ہی وہ روح ہے جسے بطورِ امانت اللہ تعالیٰ نے انسان کو سونپا جیسا کہ سورۃ الاحزاب میں اللہ فرماتا ہے ''اور ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی لیکن سب نے اسے اُٹھانے سے انکار کر دیا البتہ انسان نے اسے اُٹھا لیا، بے شک وہ بہت ظالم اور جاہل ہے۔'' (الاحزاب۔72)

سورۃ الاحزاب کی مندرجہ بالا آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ روحِ قدسی اپنی اصل اور مکمل اتم صورت میں صرف انسان میں موجود ہے کیونکہ دیگر مخلوقات میں اس کی کامل صورت اپنانے کی قوت ہی نہ تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ رسالۃ الغوثیہ میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہٗ سے فرماتا ہے کہ ''میں کسی شے میں ایسا ظاہر نہیں ہوا جیسا انسان میں'' چنانچہ روحِ قدسی تمام مخلوقات سے اشرف ہے۔ روحِ قدسی تمام مخلوقات کی ارواح کا مادہ یا جوہر تو ہے لیکن اپنی اتم اور مکمل صورت میں موجود اور ظاہر صرف انسان میں ہوئی، اس لیے انسان اللہ کا خلیفہ، نائب اور مظہر کہلایا۔ روحِ قدسی کا مقام عالمِ لاھوت ہے اور انسان کی تخلیق بھی عالمِ لاھوت میں اللہ تعالیٰ نے خود کی جیسا کہ اس نے فرمایا کہ ''میں نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں (جلال اور جمال) سے پیدا کیا۔'' یہی عالمِ لاھوت انسان کا وطن اصلی ہے اور یہاں تک پہنچنا ہی انسانی عروج ہے اور یہاں تک پہنچنے کی قوت ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے حاصل ہوتی ہے۔

اے طائرِ لاھوتی اس رزق سے موت اچھی   جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

رزق سے یہاں مراد روح کا رزق ہے یعنی ذکر و تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات نہ کہ جسم کا اور طائرِ لاھوتی سے مراد انسان ہے۔

جَبرُوتُ (عالمِ ارواح)

مرتبہ چہارم، تعینِ سوم ہے اور مرتبہ ''فَاَرَدْتُ'' (پس میں نے چاہا) ہے۔ اس مرتبہ کو عالمِ ارواح یا جبروت کہتے ہیں۔ روحِ قدسی جو غیر مخلوق نورِ الٰہی، نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے، اس غیر مخلوق روحِ قدسی کو جبروتی لباس پہنا کر روحِ سلطانی کے پردے کی صورت میں عالمِ جبروت میں اتارا گیا اور روحِ سلطانی نے روحِ قدسی کو خود میں چھپا لیا جیسے درخت تخلیق بھی بیج سے ہوتا ہے اور بیج کو اپنے اندر چھپائے بھی رکھتا ہے۔ روحِ سلطانی روحِ قدسی کا پہلا لباس ہے۔ اسی مقام پر فرشتوں کی تخلیق بھی روحِ قدسی سے ہوئی۔ عالمِ جبروت میں انسان کی روح کی تمام صفات، احوال اور افعال وہی ہیں جو فرشتوں کے ہیں اور اسکی نورانیت بھی ویسی ہے۔

عالمِ ارواح الوہیت کی تفصیل ہے اور اس کے اسماء وصفات کا مرتبہ ہے۔ روحِ سلطانی ہر مادے سے مجرد اور منفرد ہے اور اجسام کے عوارض، الوان اور اشکال سے پاک ہے۔ قابلِ ادراکِ خود اور غیر خود ہے۔ یہ روح ایک وجودِ بسیط ہے جس کی کوئی صورت نہیں مگر جس صورت میں چاہتی ہے نمودار ہو جاتی ہے اس لیے فرشتے جس صورت میں چاہتے ہیں نمودار ہو جاتے ہیں اور یہ معنی ہر صورت میں ظاہر ہیں۔ اور یہ وہ مرتبہ ذات ہے جس میں ذات ''روحِ سلطانی'' کے نام سے موسوم ہے۔

جبروت عربی میں جوڑنے اور ملانے کو بھی کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ مراتبِ الٰہیہ، مراتبِ حقی یا عالمِ امر یا حقائقِ الٰہیہ (احدیت، وحدت، واحدیت) اور مراتبِ کونیہ، مراتبِ خلقی یا عالمِ خلق (جبروت، ملکوت اور ناسوت) کے درمیان بمنزلہ پُل، سیڑھی اور واسطے کے ہے اس لیے اس مقام کو جبروت کہتے ہیں۔ یہی مقامِ جبرائیل علیہ السلام ہے جو اللہ تعالیٰ اور انبیاء کے درمیان وسیلہ رہے ہیں اور عبد ومعبود اور خالق ومخلوق کے درمیان تعلق جوڑنے پر معمور ہیں۔ یہ مقام عالمِ غیب اور عالمِ

کثیف کے درمیان گویا ایک برزخ (پردہ) اور سیڑھی کے ہے۔

مَلکُوتْ (عالمِ مثال)

پانچواں مرتبہ تعین چہارم مرتبہ ''اَنْ اُعْرَفَ'' (میں پہچانا جاؤں) ہے۔ یہ مرتبہ ملکوت ہے جہاں روحِ سلطانی نے خود کو روحِ نورانی میں مخفی کیا اور مثالی صورتوں میں ظاہر ہوئی۔ اس مرتبہ سے قبل ذاتِ حق تعالیٰ پوشیدہ تھی اس کو پہچاننا ناممکن تھا۔ مرتبہ احدیت، وحدت اور واحدیت میں اللہ تعالیٰ باطن میں تھا اور اظہار کے عمل سے گزر رہا تھا لیکن عالمِ مثال یا عالمِ ملکوت اللہ تعالیٰ کی پہچان یا ظاہر ہونے کا ابتدائی مرتبہ ہے۔ روح میں جو کچھ مستور تھا عالمِ مثال میں اس کا ظہور مثالی صورتوں میں ہوا۔ عالمِ مثال میں خالی صورتیں ہوتی ہیں اس عالم کی مثال سایہ ہے جو نظر تو آتا ہے مگر پکڑنے سے پکڑا نہیں جاتا۔ یہ عالمِ مثال (عالمِ ملکوت) اشیائے کونیہ مرکبہ لطیف ہے یعنی کُن سے تخلیق کی گئی وہ اشیاء جو نہ ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور نہ پھٹنے جڑنے کو قبول کرتی ہیں۔ اہلِ اللہ کو کشف ہمیشہ عالمِ مثال میں ہوتا ہے اور سچے خواب بھی اسی مقام میں واقع ہوتے ہیں کیونکہ یہ عالمِ مثال برزخ ہے عالمِ ارواح اور عالمِ اجسام میں۔ لہٰذا اس عالمِ مثال میں صورت تو آ گئی مگر ابھی کثافت نہیں آئی۔ حیوانات، نباتات اور جمادات کی ارواح کو یہاں عالمِ ملکوت میں تخلیق کیا گیا۔

نَاسُوتْ (عالمِ اجسام)

یہ مرتبہ ''فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ'' (پس میں نے مخلوق کو خلق کیا) مرتبہ ششم اور تعین پنجم ہے۔ اس میں مثالی صورتوں نے اجسام حاصل کیے اور مخلوق کے مختلف جسم ظاہر ہوئے۔ اور ان اجسام میں ذات روحِ نورانی پر روحِ جسمانی یا حیوانی کا پرت ڈال کر عنصری جسمانی صورت میں مخلوق میں ظاہر ہوگئی۔ یوں اللہ تعالیٰ عالمِ احدیت سے نزول کر کے عالمِ ناسوت میں ظاہر ہوگیا۔

یاد رکھیں اجسام کا یہ عالم عرش سے فرش تک پھیلا ہوا ہے۔ اسے عالمِ ناسوت کہتے ہیں۔ اس سے مراد اشیاء کونیہ کثیفہ ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور جدا جدا ہونے کو قبول کرتی ہیں اور پکڑی جاسکتی ہیں۔ حق تعالیٰ مرتبہ احدیت سے تنزل فرماتے ہوئے عالمِ اجسام میں آ گیا لیکن یہ مت سمجھا جائے کہ یہاں آ گیا تو وہاں نہیں ہے بلکہ یہاں بھی ہے اور وہاں بھی ہے بلکہ ہر عالم میں ہر جگہ موجود ہے۔

انسانِ کامل

ساتواں مرتبہ تعینِ ششم ہے جو تمام مراتب کا جامع ہے جس میں اللہ تعالیٰ عالمِ ناسوت میں کامل طور پر دیگر مخلوقات کی نسبت انسان کی بشری صورت میں روحِ جسمانی کے پرتو میں ظاہر ہوا۔ یعنی حق تعالیٰ نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روحِ قدسی، روحِ قدسی سے روحِ سلطانی، روحِ سلطانی سے روحِ روحانی اور روحِ روحانی سے روحِ جسمانی کی صورت میں انسان یعنی بشر میں ظہور فرمایا لیکن وہ انسان جس میں یہ ظہور کامل مکمل اور اُتم ہوا وہ ''ذَاتِ سِرِّ چَشْمَہءِ چَشْمَانِ حَقِیْقَتِ ھَاھُوِیَّتْ'' (میری پہچان اور ظہور مکمل ہوا انسانِ کامل میں جو سرچشمہ ہے میری حقیقتِ ھاھویت یعنی احدیت کا) ہے اور انسانِ کامل سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہے اور ان تمام مراتب کے مظہرِ اُتم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

یہ مرتبہ تمام مراتب کا جامع ہے جو قِدم میں قدیم اور حدوث میں حادث ہے اور یہ ذاتِ حق کی آخری تجلّی ہے جو مسجودِ ملائکہ بنی۔

❁ اللہ تعالیٰ نے ذات یعنی ''احدیت'' سے ''وحدت'' میں۔ وحدت سے ''واحدیت'' میں۔ واحدیت سے ''جبروت'' میں۔ جبروت سے ''ملکوت'' میں اور ملکوت سے ''ناسوت'' میں نزول فرمایا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ذات نے ہر شے میں ظہور فرما کر کائنات کو قائم کیا ہوا ہے۔ وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے باقی ہر شے معدوم ہے۔ اسی کو 'وحدت الوجود' کہتے ہیں اور یہی حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ○ (سورہ النساء 126)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر احاطہ ہے۔

- اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ○ (حٰم السجدہ 54)

ترجمہ: یادرکھ بے شک اس (اللہ تعالیٰ) کا ہر شے پر احاطہ ہے۔

حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا وحدت الوجود کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ہر شے نے ذاتِ حق تعالیٰ سے وجود پایا۔ ہر عام مسلمان کا نظریہ بھی یہی ہے کہ اگر اللہ نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا لیکن اللہ خود فرماتا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ لَوْ لَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ ترجمہ: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتے تو میں اپنا ربّ ہونا ظاہر نہ کرتا'' اور فرماتا ہے: لَوْ لَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔ ترجمہ: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے لولاک (تمام عالمِ مکان ولا مکان) صرف آپ کے لیے تخلیق کیے۔'' یعنی اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک ذات نہ ہوتی تو نہ اللہ کا ہونا ظاہر ہوتا، نہ عالم تخلیق ہوتے، نہ مخلوق پیدا کی جاتی۔ اللہ موجود ہوتا لیکن نہ اسے کوئی ربّ کہنے والا ہوتا نہ ماننے والا، نہ سجدہ کرنے والا، نہ اس کے سامنے عاجزی کرنے والا، نہ دعا کرنے والا۔ یعنی اس کی ربوبیت بھی ظاہر نہ ہوتی اور وہ خود بھی ظاہر نہ ہوتا۔ پس ہوتا لیکن نہ ہوتا۔ پس وہ وجود جو ہر شے کی تخلیق کا باعث ہے وہ ایک جہت سے خود ذاتِ حق تعالیٰ ہے اور ایک جہت سے ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ اگر حقیقتاً سمجھا جائے تو یہ وجود دو نہیں بلکہ ایک ہے، لیکن اگر ظاہراً دیکھا جائے تو وجود دو ہوکر بھی ایک دوسرے کے عین اور مشابہ ہیں۔

جب نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تمام عالم اور ان کی مخلوقات تخلیق ہو چکیں، ان تمام کے باطن میں موجود نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام عالم میں پھیل چکا تو اب اس نور کو واپس اپنی ہی ذات میں سمٹنا ہے۔ نور سے مخلوق کی تخلیق چھ ادوار میں ہوئی جیسا کہ تنزلاتِ ستہ کی تفصیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ ادوار مرتبہ در مرتبہ مکمل ہوئے لیکن ساتواں مرتبہ یعنی انسانِ کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم کی ذات میں نورِ عالم، عقلِ عالم، علمِ عالم کا واپس سمٹ آنا ایک ہی مرحلہ میں مکمل ہو گیا۔
اسی لیے اس ساتویں مرتبے کو تمام مراتب کا جامع کہا جاتا ہے کیونکہ نور کے پھیلنے کے سفر میں جو مراتب قدم بہ قدم طے ہوئے وہ تمام سمٹاؤ کے سفر میں ایک ہی قدم میں طے ہو گئے۔ اس قدم کو قرآن کریم میں ''استویٰ'' کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو چھ ادوار میں مکمل کیا اور پھر عرش پر اپنا استویٰ فرمایا۔ اور عرش سے مراد قلبِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور قلبِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مراد قلبِ انسانِ کامل ہے جو ازل تا ابد عرشِ الٰہی ہے، ہر زمانے میں مخلوقاتِ عالم کا باطن لیکن انسانِ کامل کے لباس میں باطن بھی اور ظاہر بھی ہے۔ اسی طرح انسانِ کامل کا نور ''تخلیق'' کا آغاز اور اُس کی بشریت ''تخلیق'' کی انتہا ہے۔ وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن۔ جو بات نور سے شروع ہوئی وہ بشر پر ختم ہوئی، ''ھُوْ'' سے شروع ہوئی ''عبد'' پر تکمیل پائی اور اس تمام سفر کا نتیجہ، لب لباب ہے ''عبدہٗ''۔ وہ نقطہ جس پر تمام عالم کا نور، عقل، سمع، بصر، حیات، روح حتیٰ کہ ہر تخلیق کردہ شے واپس سمٹ آئی۔ یوں ''انسانِ کامل'' تمام عالم کا مرکز، محور، تمام نسخوں کی جامع کتاب ہے۔ اسی کے متعلق فرمایا گیا ''وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍo (یٰسٓ 12) ترجمہ: ہر شے کو جمع کر رکھا ہے ہم نے امامِ مبین میں۔ جیسا کہ حدیث قدسی ''كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ ذَاتِ سَرْ چَشْمَہءِ چَشْمَانِ حَقِيْقَتِ هَاهُوِيَّتْ'' میں بیان کردہ تنزلاتِ ستہ میں ذَاتِ سَرْ چَشْمَہءِ چَشْمَانِ حَقِيْقَتِ هَاهُوِيَّتْ'' آخری اور ساتواں مرتبہ ہے جس سے مراد ذاتِ انسانِ کامل ہے جو سرچشمہ ہے پہچانِ حق تعالیٰ کا، جس میں آ کر تخلیق کے تمام مراتب کی تکمیل ہو گئی اور جس کے وجود میں ذاتِ حق تعالیٰ مکمل طور پر جلوہ گر اور ظاہر ہو گئی۔

اس انسانِ کامل میں آ کر تمام حقائقِ الٰہیہ اور کونیہ سمٹ گئے ہیں۔ وہ 'کل' یعنی ذاتِ حق تعالیٰ سے اخذ کیا گیا یا اسی ذات سے ظاہر ہوا، اسی کا پرتو، اسی کی صورت ہے یوں اس میں حقائقِ الٰہیہ سب جمع ہیں۔ اسی انسانِ کامل کے نور سے تمام حقائقِ کونیہ یعنی مخلوقاتِ عالم کے متعلق تمام حقائق ظاہر ہوئے اس لیے اس میں حقائقِ کونیہ بھی جمع ہیں، بس وہ ایک جامع کتاب ہے حقائقِ الٰہیہ اور

حقائقِ کونیہ کی۔ وہ ایک واسطہ، وسیلہ، مقامِ اتصال (جڑنے کا مقام) ہے ''عبد'' اور ھُو کے بیچ میں۔ اس کی اپنی ذات ''ھُو'' بھی ہے اور ''عبد'' بھی۔ حقائقِ الٰہیہ کا جامع ہونے کی نسبت سے وہ ھُو ہے اور حقائقِ کونیہ کا جامع ہونے کی نسبت سے وہ عبد ہے۔ علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- انسانِ کامل کی حقیقت ربوبیت اور عبودیت کی جامع ہے۔ ذات ایک ہے شانیں دو ہیں ایک شان کا نام ربوبیت ہے دوسری شان کا نام عبودیت ہے۔

- حضرت انسانِ کامل ربوبیت اور عبودیت کا جامع ہے۔ کبھی اُس پر ربوبیت کا تجلی ہوتا ہے اور کبھی عبودیت کا۔۔۔۔۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعض وارثین مثلِ سمندر ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ دائمی ربوبیت اور دائمی عبودیت اُن کی شان ہے۔ (شرح فصوص الحکم)

- انسانِ کامل دو نسخہ ہے۔ نسخہ ظاہر اور نسخہ باطن۔ نسخہ ظاہر تمام عالم کے مشابہ ہے اور نسخہ باطن مرتبۂ الٰہیہ کے مشابہ ہے۔ پس انسان باعتبار اطلاق اور حقیقت ''کُل'' ہے اور وہ تمام موجوداتِ قدیم[1] اور حدیثہ[2] کو قبول کرنے والا ہے۔ اور جو موجودات سوائے انسان کے ہیں وہ ان دونوں اوامر کو قبول نہیں کرتیں کیونکہ عالم کی کوئی شے الوہیت[3] کو قبول نہیں کرتی اور الٰہ (معبود، اللہ تعالیٰ) عبودیت کو قبول نہیں کرتا۔ بلکہ عالم سب کا سب عبد ہے اور حق الٰہ واحد اور صمد ہے پس حق تعالیٰ کو اُن اوصاف سے موصوف کرنا جائز نہیں جو اوصافِ الٰہیہ کے مخالف ہوں۔ جیسے عالم کو ان اوصاف سے موصوف نہیں کر سکتے جو اوصافِ عبودیت کے خلاف ہے۔ پس انسانِ کامل کے لیے دو نسبتِ کاملہ ہیں۔ ایک نسبت سے وہ حضرت الٰہیہ میں داخل ہوتا ہے اور ایک نسبت سے مرتبۂ کونیہ میں داخل ہوتا ہے۔ پس مرتبہ کونیہ میں اس کو 'عبد' کہتے ہیں اسی لیے کہ وہ (حضورِ حق تعالیٰ میں)

---

[1] موجوداتِ قدیم سے مراد حقائقِ الٰہیہ ہیں بمعنی نور، علم، عقل، قلم، لوح، کرسی، عرش وغیرہ۔ [2] موجودات حدیثہ سے مراد حقائقِ کونیہ ہیں۔ حادث وہ شے ہے جو پہلے موجود نہ تھی اور پھر پیدا کی گئی۔ یعنی تمام مخلوقاتِ عالم۔ [3] ذات حق تعالیٰ کا الٰہ یعنی معبود ہونا۔

مکلف[1] ہے اور حضرتِ الہیہ میں اس کو رب کہتے ہیں کیونکہ وہ خلیفہ ہے۔'' (فصوص الحکم)

حضرت ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ انسانِ کامل کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب انسانِ کامل سے فرماتا ہے ''میرے حبیب تیری انیت[2] میری ہویت[3] ہے یعنی وہ میں ہی ہوں۔ اَنْتَ ھُوْ کا عین ہے اور ''ھُو'' ہی ''انا'' ہے۔ میرے دوست تیری بساطت[4] میری ترکیب ہے اور تیری کثرت میری واحدیت بلکہ تیری ترکیب میری بساطت ہے۔ تجھ سے میں ہی مراد ہوں۔ میں تیرے لیے ہوں نہ کہ اپنے لیے۔ مجھ سے تو ہی مراد ہے۔ تو میرے لیے ہے نہ کہ اپنے لیے۔ (مراد تو اور میں دو نہیں ایک ہی ہیں)۔ میرے حبیب تو ایک نقطہ ہے جس پر وجود کا دائرہ ہے۔ پھر اس دائرے میں تو ہی عابد ہے اور تو ہی معبود ہے۔ تو ظہور ہے تو حسن و زینت ہے۔ تو مثل آنکھ کے ہے جو انسان کے لیے ہے اور مثل انسان کے ہے جو آنکھ کے لیے ہے۔''

حضرت علامہ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اللہ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا جیسا کہ پھل بیج کی صورت پر ہوتا ہے پس آدم یعنی انسانِ کامل حق تعالیٰ کی صورت پر ہے یعنی حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کا جامع ہے۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے عالم (کائنات) کی تدبیر عالم (انسانِ کامل) کے ساتھ کی یا صورتِ عالم یعنی انسانِ کامل کے ساتھ کی۔ اس لیے انسانِ کامل صورتِ عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانِ کامل میں تمام اسمائے الٰہیہ اور کائنات کے تمام حقائق جو ظاہر میں اس عالمِ کبیر میں تفصیلاً موجود ہیں، کو ایجاد اور جمع کیا۔ انسانِ کامل تمام حقائقِ الٰہیہ اور کونیہ کا جامع نسخہ ہے اور حق اور خلق کی تمام صفات کا جامع ہے۔ پس یہ ثابت ہوا کہ انسانِ کامل میں کُل اسمائے الٰہیہ موجود ہیں اور اس میں وہ حقائق موجود ہیں جو حق تعالیٰ نے اس عالمِ کبیر میں تفصیلاً ظاہر

---

[1] اپنے اعمال کا جوابدہ [2] تیرا وہ وجود جس کی طرف لفظ انا (میں) سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ [3] مقام احدیت جہاں اللہ تعالیٰ واحد تنہا، بے مثل و بے مثال ہے۔ ایسا مقام جہاں اسے دیکھا جا سکتا ہے نہ پہچانا جا سکتا ہے۔ محض پکارنے کے لیے اسے ھُو کے نام سے موسوم کیا گیا مراد یہ ہے کہ انسانِ کامل کا وجود (انیت) ہی حق تعالیٰ کی ہویت کی پہچان ہے۔ [4] پھیلاؤ

کیے۔ چونکہ حق تعالیٰ انسانِ کامل کی صورت پر جلوہ نما ہے لہٰذا ہر شے اس کی تابع ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ۔

ترجمہ: اے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سارے کا سارا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے مسخر کر دیا۔" پس جو کچھ عالم میں ہے وہ سب انسانِ کامل کی تسخیر کے تحت ہے۔ (فصوص الحکم)

حضرت شاہ محمد ذوقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "انسانِ کامل تمام موجودات کا خلاصہ ہے۔ باعتبار اپنی عقل اور روح کے اُم الکتاب ہے، باعتبار قلب کے لوحِ محفوظ ہے، باعتبار اپنے نفس کے محو و اثبات کی کتاب ہے۔ انسانِ کامل صحفِ مکرمہ اور یہی وہ کتابِ مطہرہ ہے جس سے کوئی چیز نہیں چھوٹی (یعنی ہر چیز اس میں موجود ہے)۔ اس کے اسرار و معنی کو سوائے ان لوگوں کے جو حجاباتِ ظلماتی سے پاک ہوں کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ (سرِّ دلبراں)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ انسانِ کامل کی حقیقت اور ذاتِ حق تعالیٰ کے قلبِ انسانی میں نزول کے مراتب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اور بیشک وہ انسانِ کامل ہے جس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ اور باطن حق کے ساتھ ہو۔ کیونکہ وہ لاھُوت عالمِ غیب میں مقرر ہے اور عالمِ غیب میں اس کی شناخت روح کی شکل میں ہے جو ظاہری صورت کا مدبر[1] بھی ہے۔ عالمِ شہادت کی طرف اس کا نزول پانچ صورتوں میں ہے اور اس کا نام حضرت خمس[2] ہے۔ اوّل ذات کی تجلی اشیاء ثابتہ پر جو موجود نہیں ہیں، اس کو عالمِ معنی کہتے ہیں۔ دوم عالمِ معانی سے عالمِ روح کی طرف نزول۔ تیسرا عالمِ معانی سے عالمِ روحانی، حیوانی کو اترنا جس کو عالمِ نفوس ناطقہ بھی کہتے ہیں۔ چہارم متشکل اور مجسم عالم جس کو عالمِ مثال کہتے ہیں۔ پانچواں عالمِ اجسام اور مادی دنیا، وہ عالمِ حسن اور عالمِ شہادت ہے۔ (سلطان الوھم کلاں)

پس انسانِ کامل حق تعالیٰ کی صورت، آئینہ، اظہار اور اُس کا عین ہے۔ انسانِ کامل کا وجود وہ وجود

---

[1] تدبیر کرنے والا [2] پانچ

ہے جو حق تعالیٰ کی ہویت کو ''انا'' (میں) کا وجود عطا کرتا ہے۔ یعنی انسانِ کامل کے وجود سے قبل حق تعالیٰ کے لیے ''ھُو'' کا اسم تو موجود تھا لیکن ایسا کوئی وجود نہ تھا جسے اللہ تعالیٰ ''انا'' (میں) کہہ کر مخاطب کرتا۔ انسانِ کامل کا وجود ہی حق تعالیٰ کے لیے ''انیت'' ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے لیے ''یدُاللہ'' (اللہ کے ہاتھ)، وجہ اللہ (اللہ کا چہرہ) جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے حالانکہ نہ اس کے ہاتھ ہیں نہ پاؤں، نہ چہرہ۔ مقامِ ہویت پر تو وہ صرف نور ہے بلکہ نور سے بھی برتر کوئی ایسی شے جس کی مثال کسی چیز سے بھی نہیں دی جاسکتی کہ لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ۔ چنانچہ حق تعالیٰ کی ہویت کا وجود انسانِ کامل کا وجود ہی ہے، اس کے ہاتھ اللہ کے ہاتھ، اس کے پاؤں اللہ کے پاؤں، اس کا چہرہ اللہ کا چہرہ ہے۔ اس کی بات اللہ کی بات ہے اور اس کے متعلق بات درحقیقت اللہ کے متعلق بات ہے۔

علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''انسان کے لغوی معنی آنکھ کی پتلی کے ہیں جس میں بینائی کی قوت ہے اور جس سے آنکھ کو نظر حاصل ہے۔ چونکہ حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو یعنی اپنے کمالات کو انسان کے توسط سے دیکھا اور جملہ مخلوق کو بھی اسی انسان کے سبب سے دیکھا لہٰذا انسان حق تعالیٰ کے لیے بمنزل آنکھ کی پتلی ٹھہرا جس سے حق تعالیٰ اپنی مخلوق کو دیکھتا ہے اور اُس پر رحم فرماتا ہے۔ پس انسانِ کامل عالم میں ایسے ہی ہے جیسے نگینہ انگوٹھی میں اور نگینہ نقش و علامت کا محل (مقام) ہے۔ اسی علامت کے سبب بادشاہ اپنے خزانوں پر مہر کرتے ہیں۔ پس جیسے بادشاہ اپنے خزانوں کی مہر کے ساتھ ''حفاظت'' کرتے ہیں ایسے ہی حق تعالیٰ اپنی مخلوق کی انسانِ کامل کے ساتھ حفاظت کرتا ہے۔'' (فصوص الحکم)

تمام انسانوں میں اللہ کی ذات اور تمام صفات کی استعداد کی موجودگی کے باوجود یہ تمام انسانوں میں بھی مکمل ظاہر نہیں ہوتی بلکہ ان کے مقامِ قربِ الٰہی کے مطابق ہی ظاہر ہوتی ہے اور جس انسان میں ذاتِ حق تعالیٰ مکمل ترین صفات کے ساتھ ظاہر ہے وہ ازل سے ابد تک صرف ایک ہی ذات ہے یعنی انسانِ کامل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ہر زمانے میں لباس بدل کر اس زمانے کے انسانِ

کامل کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''انسانِ کامل'' میں فرماتے ہیں: ''انسانِ کامل جب وجود کی ابتدا ہوئی اس وقت سے لے کر ابدالآباد تک ایک ہی شے ہے۔ پھر اس کے لیے رنگا رنگ لباس ہیں اور باعتبار لباس اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے کہ دوسرے لباس کے اعتبار سے اس کا وہ نام نہیں رکھا جاتا۔ اس کا اصلی نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے، اس کی کنیت ابوالقاسم اور وصف عبداللہ اور اس کا لقب شمس الدین ہے۔ پھر باعتبار دوسرے لباسوں کے اس کے نام ہیں۔ پھر ہر زمانے میں اس کا ایک نام ہے جو اس زمانے کے لباس کے لائق ہوتا ہے۔''

چنانچہ انسانِ کامل کی ذات ازل سے ابد تک وہی ذات ہے جس سے ''وجود'' کی ابتدا ہوئی' جس میں ذات حق تعالیٰ ظاہر ہوئی، جو مراۃِ الٰہی اور ذات کا اظہار ہے' جس کے سوا ذات حق تعالیٰ کہیں بھی مکمل جلوہ گر نہیں ہے۔ انسانِ کامل اگر ایک طرف ذاتِ حق تعالیٰ کا مکمل اور واحد اظہار ہے تو دوسری طرف اس میں انسانوں کے تمام جسمانی اوصاف بھی موجود ہیں۔ وہ انسانوں میں انسانوں کی طرح بھی رہتا ہے اور حضرتِ باری کی کامل جلوہ گاہ بھی ہے۔ اس کا ایک رخ اگر بشریت اور عبودیت ہے تو دوسرا رخ ربوبیت ہے۔

فصوص الحکم میں علامہ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- پس ازل سے ابد تک انسانِ کامل ایک ہی ہے اور وہ ذات صاحبِ لولاک سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پاک ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام رسولوں، نبیوں، خلیفوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور ختمِ نبوت کے بعد غوث، قطب، ابدال، اولیاء اللہ کی صورت میں اعلیٰ قدر مراتب ظاہر ہوتی رہے گی۔ (صفحہ 165۔ شرح فصوص الحکم والایقان از محمد ریاض قادری)
- ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازل سے ابد تک اپنا لباس بدلتے رہتے ہیں اور اکمل افراد کی صورت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی جلوہ نما ہوتے ہیں۔ (فصوص الحکم)

پس یہی انسانِ کامل ''ذَاتِ سِرِّ چَشْمَہءِ چَشْمَانِ حَقِیْقَتِ هَاهُوِیَّتْ'' ہے۔

حاشیہ نمبر2:

صفحہ نمبر8-9

سُبحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ

ترجمہ: ''میری ذات پاک ہے اور میری شان بہت بلند ہے۔''

یہ الفاظ سلطان بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کی زبان پر حالتِ سکر میں جاری ہوئے تھے جنھیں سُن کر اربابِ حلقہ گھبرا اُٹھے تھے کہ بظاہر یہ الفاظ ایک بندے کا دعویٰ ءِ خدائی ہے۔ حالتِ سکر سے باہر آنے کے بعد جب اس بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ سے استفسار کیا گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ میری زبان سے دوبارہ ایسے الفاظ سنو تو میری گردن اڑا دینا کہ یہ کلماتِ کفر ہیں جنھیں کہنے والا مُرتد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ پھر آپکی زبان سے یہی کلمات نکلے تو آپ رحمتہ اللہ علیہ پر تلوار چلائی گئی لیکن آپ کے جسم سے آر پار ہوتی رہی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بعد میں جب آپ رحمتہ اللہ علیہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ میں نہیں بول رہا تھا بلکہ میری زبان پر خود اللہ بول رہا تھا۔

حاشیہ نمبر3:

صفحہ نمبر9

اَنْتَ اَنَا وَ اَنَا اَنْتَ

ترجمہ: ''تو مَیں ہے اور مَیں تُو ہے۔''

یہ ایک حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَا مُحَمَّدٍ اَنْتَ اَنَا وَ اَنَا اَنْتَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تُو مَیں ہے اور مَیں تُو ہے۔) باطن میں طالبِ مولیٰ کا یہ مقام فنا فی اللہ بقا باللہ کا وہ مقام ہے جہاں مَیں اور تُو کا فرق مٹ جاتا ہے۔ یہاں پر طالبِ مولیٰ کا بولنا' اللہ کا بولنا ہوتا ہے'

اُس کا سننا اللہ کا سننا' اُس کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا' اُس کا چلنا اللہ کا چلنا اور اُس کا پکڑنا اللہ کا پکڑنا ہوتا ہے۔

حاشیہ نمبر 4:
صفحہ نمبر 9

فقر

عرفِ عام میں فقر افلاس، تنگدستی اور عُسر کی حالت کو کہتے ہیں، اس کے لغوی معنی احتیاج کے ہیں لیکن عارفین کے نزدیک فقر سے مراد وہ منزلِ حیات ہے جس کے متعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

- اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ ○

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

- اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ فَاَفْتَخِرُ بِہٖ عَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ○

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے اور فقر ہی کی بدولت مجھے تمام انبیاء و مرسلین پر فضیلت حاصل ہے۔ (عین الفقر)

- اَلْفَقْرُ کَنْزٌ مِنْ کُنُوْزِ اللّٰہِ تَعَالٰی ○

ترجمہ: فقر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فقر کے بارے میں فرماتے ہیں:

- فقر ''عین ذات پاک'' ہے۔ (عین الفقر)
- فقر دراصل دیدارِ الٰہی کا علم ہے۔ (عین الفقر)
- جو شخص اللہ اور اس کا دیدار چاہتا ہے وہ فقر اختیار کرے۔ (عین الفقر)

فقر سِرِّ الٰہی ہے۔ (عین الفقر)

حاشیہ نمبر 5:
صفحہ نمبر 10

مِرآۃُ الیَقِین

ترجمہ: یقین کا آئینہ

مرآۃ الیقین سے مراد یہ ہے کہ ان ارواح کو شروع ہی سے اپنی فطرت میں اللہ تعالیٰ پر یقین کا اعلیٰ (حق الیقین) مرتبہ حاصل ہے۔

حاشیہ نمبر 6:
صفحہ نمبر 10

دَائِمِ بَحرُالوِصَالِ لَازَوَال

وہ وصالِ الٰہی کے سمندر میں ہمیشہ سے اِس طرح مستغرق ہیں کہ ان کے وصال کو کسی قسم کا زوال نہیں ہے۔

حاشیہ نمبر 7:
صفحہ نمبر 11

اِذَا تَمَّ الفَقرُ فَھُوَ اللہ

ترجمہ: جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب طالب فقر کی انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو جملہ صفاتِ الٰہی سے متصف ہو کر انسانِ کامل کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔

حاشیہ نمبر 8:
صفحہ نمبر 11

اَلفَقرُ لَا یُحتَاجُ اِلٰی رَبِّہٖ وَلَا اِلٰی غَیرِہٖ

ترجمہ: ''فقر نہ تو اپنے رب سے کوئی حاجت رکھتا ہے اور نہ ہی اس کے غیر سے۔'' یعنی فقیر رضا کے مقام پر ہوتا ہے۔

حاشیہ نمبر 9:
صفحہ نمبر 11

بر سَرِ جُملہ اَولیاء و غَوث و قُطب۔

اُن کا مرتبہ اولیاء غوث وقطب کے مراتب سے بہت بلند ہے۔

حاشیہ نمبر 10:
صفحہ نمبر 13

دو رُوحِ دیگر اَوْلیاء

ان میں سے روحِ ششم سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کا ظہور ہو چکا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ 14۔اگست 1947ء کو اس عالمِ ناسوت میں ظاہر ہوئے اور 26 دسمبر 2003ء کو مقامِ ھاھویت میں واپس تشریف لے گئے۔اس خادم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحِ حیات اور تعلیمات کے بارے میں کتاب ''مجتبیٰ آخر زمانی'' تحریر کی ہے۔

حاشیہ نمبر 11:
صفحہ نمبر 13

سَراسَر نظرِ ایشاں نُورِ وحدت

سلطان الفقر کی نظر سراسر نورِ وحدت ہے اور اس میں اتنی تاثیر ہوتی ہے کہ جس پر اُن کی نظر پڑ جاتی ہے وہ نورِ وحدت میں غرق ہو جاتا ہے اور مشاہدہءِ ذاتِ حق تعالیٰ ایسے کرنے لگتا ہے گویا اس کا سارا وجود نورِ مطلق بن گیا ہو۔

حاشیہ نمبر 12:
صفحہ نمبر 13

کیمیائے عزت

کیمیا گری سے مراد سونا بنانا ہے یہاں مراد ہے کہ وہ اپنی نگاہ سے ناقصوں کو مرتبہ کمال پر پہنچا دیتے ہیں۔

حاشیہ نمبر 13:
صفحہ نمبر 13

نُورِ مطلق ساختند

ترجمہ: نورِ مطلق بنا دیتے ہیں۔

سلطان الفقر اپنی نگاہِ کامل سے طالبانِ مولیٰ کو نورِ مطلق بنا دیتے ہیں۔حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''نورِ مطلق کا طالب

آخر میں خود نورِ مطلق ہی ہو جاتا ہے۔''

حاشیہ نمبر 14:
صفحہ نمبر 13

اِحتیاجے بریاضت و ورد اوراد ظاہری طالبان را نہ پرداختند۔

دوسرے مشائخ کرام طالبانِ مولیٰ کو وظائف میں لگا کر بتدریج سلوک کی منازل طے کراتے ہیں یعنی ریاضتوں، وظائف اور چلہ کشی کی بنیاد پر طالبان کی تربیت کرتے ہیں جبکہ سلطان الفقر محض اپنی صحبت و توجہ کی تاثیر سے خلقت کے دلوں کو بدل دیتے ہیں۔ان کی ایک بار کی توجہ ہزار اوراد و وظائف اور ذکر فکر سے بہتر ہے۔

حاشیہ نمبر 15:
صفحہ نمبر 15

عارفِ کامل قادری، بہر قدرتے قادر و بہر مقام حاضر

ترجمہ: عارف قادری (سروری قادری مرشد فقیرِ کامل) ہر قدرت پر قادر اور ہر مقام پر حاضر ہوتا ہے۔

حاشیہ نمبر 16:
صفحہ نمبر 15

بزبانِ گوہر فشاں "مصطفیٰ ثانی و مجتبیٰ آخر زمانی" فرمودہ۔

مصطفیٰ و مجتبیٰ یہ دونوں القاب خاص طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی فرمایا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ آخری زمانہ میں ہدایت کا منبع ہوں گے۔حالانکہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا دور مبارک آج سے سینکڑوں سال پہلے کا ہے۔اس لقب کی اصل حقیقت یہ ہے کہ آخری زمانہ میں جب گمراہی عام ہو جائے گی، حق کی پہچان مشکل ہو گی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے

سلسلہ سے لوگوں کی ہدایت کیلئے ایک ایسی ہستی ظاہر ہو گی جس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی راہبری وراہنمائی حاصل ہو گی۔

حاشیہ نمبر 17:
صفحہ نمبر 17

تو عینِ ذاتِ ما ہستی و ما عینِ تو ہستیم

ترجمہ: تو ہماری ذات کی عین ہے اور ہم تیرا عین ہیں۔
یہاں عین سے مراد ہو بہو ہونا یعنی مرتبہ انسانِ کامل ہے۔

حاشیہ نمبر 18:
صفحہ نمبر 17

صیرورتِ سرِّ یاھو ہستی

صیرورت کے معنی ہیں ''بن جانا'' یا ''ہو جانا۔'' یہاں ھُو سے مراد ذاتِ حق تعالیٰ' یاھو سے مراد حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سرِّ یاھو سے مراد تکمیلِ باطن و وصال ہے یعنی مقام فنا فی اللہ بقا باللہ ہے جہاں انسان کامل ہو کر تلقین وارشاد کی مسند پر فائز ہوتا ہے۔

ہر کہ طالبِ حق بُود مَن حاضِرم زِ ابتدا تا انتہا، یک دم بُرم

طالب بیا! طالب بیا! طالب بیا! تا رسانم روزِ اوّل با خُدا

دستِ بیعت کرد مارا مصطفیٰ خواندہ است فرزند مارا مجتبیٰ

شُد اجازت باھو را از مصطفیٰ خلق را تلقین بکُن بہرِ خُدا

خاکِ پایم از حسینؓ و از حسنؓ معرفت گشتہ است بر مَن انجمن